منہج قیام خلافت

سے متعلق سوال پر

امام انور العولقی حفظہ اللہ

کا جواب

مركز الاعلامي

RIBAT MEDIA CENTER

منہج قیام خلافت

سے متعلق سوال پر

امام انور العولقی حفظہ اللہ کا جواب

۲۹اگست ۲۰۰۸، بروزالجمعہ، ۲۷شعبان

امام انوار العولاقی کے بلاگ کی جانب سے

سوال: السلام علیکم، جہاں تک میں آپ کے دروس سے سمجھ پایاہوں آپ کے نزدیک خلافت کو واپس لانے کا طریقہ جہاد ہی ہے، کیاآپ اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں گے؟

ایک اور نظریہ جو امت تک پہنچتاہے وہ یہ ہے کہ اپنے حکمرانوں سے لڑائی کی جائے اور اسلام مسلح جدوجہد کے ذریعے ہی دنیامیں اپنے مقام پر واپس آسکتاہے،اور یہ ایک مخصوص حدیث کی بنیادپر کہا جاتاہے،یہ امام مسلم کی روایتوں سمیت کئی روایتوں میں ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا"حکمرانوں سے بغاوت نہ کروجب تک ان میں واضح کفر نہ دیکھو جس کا ثبوت تمہارے پاس اللہ کے دین سے صریح ہو"،ابن کثیر اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اگر خلیفہ بے دینی کی طرف پھر جائے،تواس سے یہاں تک لڑاجائے کہ وہ اسلام کے نفاذ اور شریعہ پر واپس آجائے۔ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ اگروہ (حکمران) کفر کی طرف مائل ہوجائے یاشریعت میں تبدیلی کرے تواس سے لڑا جائے اور بزور طاقت اس کو ہٹادیاجائے،یہی نظریہ امام شوکانی کی نیل الاوطار میں بھی موجود ہے کہ اگر حکمران شریعہ کے علاوہ کسی اور طریق پر حکومت کرے تواس سے لڑاجائے گا یہاں تک کہ یاتو وہ توبہ کرکے واپس شرعی

نظام کی طرف واپس آئے یا اس کو ہٹا دیا جائے، البتہ یہی وہ صورت ہے جہاں یہ نظریہ قابل عمل ہے یعنی اگر خلیفہ جو کہ اسلام سے پھر جاتا ہے اور کفر کے طریق پر چل پڑتا ہے اور اللہ کی نافرمانی پر آجاتا ہے، اور اس کا خلیفہ غاصب بن جانے یا اس کی شخصی خرابیوں سے تعلق نہیں، اور ایسے میں اس کی فرمانبرداری ضروری ہے اور مسلمانوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کی قیادت میں جہاد کرنا ضروری ہے۔

مگر یہ احادیث موجودہ صورتحال سے تعلق نہیں رکھتیں، اور یہ تو خلیفہ کے خلاف اٹھنے اور بغاوت کرنے سے تعلق رکھتی ہیں اور خروج من الخلیفہ کے مضمون کے تحت آتی ہیں، یعنی خلیفہ یا امام کی حکومت اور نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا۔ موجودہ صورت حال ایسی نہیں ہے کہ ایک خلیفہ جو کہ اسلام کے مطابق حکومت کرتا ہو وہ اسلام سے پھر گیا ہو اور موجودہ صورت حال صرف کسی ایک حکمران کو ہٹا دینے یا اس کو قتل کر دینے سے متعلق نہیں، بجائے اس کے پچھلے چھہتر سال سے پورا نظام کفر مسلمانوں پر مسلط ہے، اور کسی مسلمان زمین کے حکمران نے کبھی بھی شریعت کے مطابق حکومت نہیں کی نہ ہی وہ خلافت میں کوئی خلیفہ ہیں، جو نظام وہ چلا رہے ہیں وہ یا تو بادشاہی ہے یا سرمایہ دارانہ جس میں جمہوریت کے اصولوں کے مطابق عمل ہے، اس لئے حقیقت میں ایسا نہیں کہ ہمیں ایک گمراہ خلیفہ کو ہٹانا ہو کسی مسلمان ریاست سے، حقیقت میں تو ہمیں ایک کفریہ نظام کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا ہے اس کے حکمرانوں سمیت تا کہ دارالسلام کو پھر بحال کیا جائے، موجودہ حکمران کسی بھی طرح اس خلیفہ سے موازنے کے بھی قابل نہیں جس نے ایک کفریہ قانون خلافت میں شامل کیا ہو، اسی لئے یہ احادیث جو ہمیشہ سے ہی دارالسلام کے معنی میں سمجھی جاتی ہیں یعنی جہاں اسلام کا نفاذ ہو اور مسلمان محفوظ ہوں، تو یہ احادیث موجودہ صورت حال پر لاگو نہیں ہوتیں، جو حقیقت وہ بیان کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ ایک خلیفہ کو ہٹایا جائے، جو کہ اسلامی ریاست میں کفر کے قانون سے حکومت کرتا ہے، بجائے اس کے کہ پورے کفریہ نظام کو جڑوں سے اکھاڑنے کی بات کرتی ہوں جہاد اور اس نظام کے حکمران کے خاتمے کے ذریعے۔

اور اگر کوئی صورت حال اس وقت موازنے کے لئے موزوں ہے تو وہ ہے اس وقت کی صورت حال جب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار ایک اسلامی ریاست قائم فرمائی اور وہ جدوجہد جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تاکہ اسلامی ریاست قائم کی جاسکے اور دارلکفر کو دارالسلام بنایا جاسکے، یہ وہ جہاد ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی حدیث میں ذکر کیا اور جو کہ سنت اور شریعت کی کتابوں میں بھی مذکور ہے، اور یہ وہ واحد موقعہ تھا جب پورا کفریہ نظام موجود تھا جس کو پورے اسلامی نظام سے بدل دیا گیا، لڑائی کی احادیث صرف حکمران بدلنے سے متعلق، یعنی ایسا خلیفہ جو کہ بھٹک گیا ہو نہ کہ نظام کفریہ میں ہو، صرف مکّہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ایسا تھا جس میں کفر کا نظام موجود تھا اس لئے مسلح جدوجہد خلافت کو واپس لانے کا راستہ تو نہیں ثابت ہوتا ۔

مزید کیا آپ مجھے اپنی رائے حزب التحریر پر دے سکتے ہیں؟ جزاک اللہ خیر السلام علیکم

امام انور العولقی حفظہ اللہ کا **جواب**: اکثر جماعتیں جو خلافت کے سقوط کے بعد وجود میں آئیں وہ خلافت کے دوبارہ قیام کی اہمیت کو سمجھتی ہیں، اسی اور نوے کی دھائیوں میں ایسا وقت بھی دیکھا گیا جب، سلفی، اخوان، جماعت اسلامی، حزب التحریر اور جہادی جماعتیں یہاں تک کہ کچھ صوفی بھی خلافت کے بارے میں بات کرنے لگے، اس کے بعد اور خاص طور پر جب مغرب نے یہ واضح کر دیا کہ وہ اس خیال کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو برداشت کریں گے کچھ جماعتوں نے اس بات سے پیٹھ پھیر لی جب کہ کچھ نے اس پر اپنی توجہ کم کر دی، کچھ ہی لوگ اسلامی نظام کے قیام پر ڈٹے رہے، جو طریقہ کار اسلامی جماعتیں خلافت کی بحالی کے لئے پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

① تربیت کے ذریعے، اور جب کسی طرح ہماری حالت سدھرے گی خلافت پھر سے بحال ہو جائے گی، جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ ہم تربیت کریں گے جب تک امت تیار نہیں ہو جاتی اور پھر ہم اللہ کے دشمنوں سے لڑیں گے۔

② جمہوری نظام میں حصہ لے کر طاقت حاصل کر کے۔

③ حزب التحریر کا طریقہ، یعنی امت میں خلافت کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنا، مسلمانوں کو سیاسیات میں تعلیم دینا اور نصرت کی تلاش کرنا۔

④ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اللہ کے نظام کی بالادستی قائم کرنا۔

پہلے طریق کے حاملین اور حامیوں نے امت کو کوئی واضح اشارہ یہ نہیں دیا کہ کب ہم اتنی تربیت کر چکیں گے کہ ہم نفاذ کی جانب بڑھ سکیں، اور اسی لئے یہ تربیت کی حالت ہمیشہ ہی طاری رہے گی اور جہاد جیسے فرض سے غفلت ہوتی رہے گی۔

وہ یہ بات بھی بھول جاتے ہیں کہ تربیت ایک ہی نسل کی ہوتی ہے اور نسل در نسل نہیں چلتی یعنی جو تبدیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے جو دعوت سے شروع ہو کر جہاد تک چلی وہ ایک ہی نسل کی زندگی کے دوران ہوئی، یہ سب تیئس سال کے عرصے میں ہوا اور ہر کامیاب تبدیلی اس امت میں ایک ہی نسل کے دوران آئی، تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔

جمہوری نظام میں حصہ لے کر تبدیلی کی حمایت کرنے والوں نے شروعات ہی اس بات سے کی کہ جمہوریت کفر ہے اور ہم اس میں یقین نہیں رکھتے مگر ہم اسے طاقت تک پہنچنے کے لئے ایک زینے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور جب ہم طاقت حاصل کر چکیں ہم اسلام کا نفاذ کریں گے، یہ وہ بات ہے جو میں نے اخوان کے ہر ہر رکن سے اسی کی دہائی کے آخر اور نوے کی دہائی کے شروع میں سنی ہے، مجھے آج بھی عوامی مباحث یاد ہیں کیوں کہ تب سلفی، اخوان سے اس معاملے پر اختلاف رکھتے تھے، اور مجھے اخوان کے شیوخ سے ہوئے ذاتی مباحث بھی یاد ہیں جو اس ہی نکتے کو بار بار دہراتے تھے کہ جمہوریت غیر اسلامی ہے مگر ہم اس میں حصہ اس لئے لیتے ہیں کہ ہماری نیت اس نظام کو بدلنے کی ہے، اپنے اندر سے۔

اس طریق میں تین مسئلے ہیں۔

پہلا: یہ ایک دھوکہ اور جھوٹ کے سواء اور کچھ نہیں کہ جمہوریت کو استعمال کیا جارہا ہے اور اس اس کی حمایت کرتے ہیں مگر اس پر یقین نہیں رکھتے۔ دھوکہ دشمن کے خلاف قابل قبول ہے اگر مسلمان ان سے حالت جنگ میں ہوں، اور مسئلہ یہ ہے کہ جو جماعتیں جمہوری نظام میں ملوث ہیں وہ یہ نہیں خیال کرتیں کہ وہ کافروں سے حالت جنگ میں ہیں، بلکہ سمجھتی ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں میں ایک معاہدہ ہے تو اگر ہم کافروں سے معاہد ہیں تو ان سے دھوکہ کرنا جائز نہیں نہ ہی ان سے جھوٹ بولنا جائز ہے، یہ پہلا مسئلہ تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب آپ ایک جھوٹ کافی دیر بولتے ہیں تو آپ آخرکار اس میں یقین کرنے لگ جاتے ہیں، تو جو لوگ جانتے ہیں کہ یہ جماعتیں اسی کی دہائی سے ہیں یہ یقینی طور پر حیران کن ہے کہ یہ کس قدر بدل گئی ہیں، اب وہ کہتے ہیں جو کہ میں ان کے اہم ارکان سے ایک سے زیادہ بار سن چکا ہوں کہ وہ اب اس جمہوری نظام میں یقین رکھتے ہیں، اور وہ اب ووٹ میں یقین رکھتے ہیں بجائے گولی کے، اور اگر ووٹ کا فیصلہ کسی لادین اور کافر جماعت کے جیتنے کا ہے تو ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

مسلمان کی حیثیت سے ہمیں اسلام کو لوگوں کے نیتوں اور ارادوں پر موقوف نہیں رکھنا چاہیے کہ اگر وہ اس کو پسند کریں تو ہم اس کو نافذ کردیں، اور اگر وہ اس کو ناپسند کریں تو ہم ان کی ناپسندیدگی کو تسلیم کرلیں، ہمارا منہج یہ ہے کہ ہم اللہ کا حکم اس زمین پر تلوار کی نوک سے قائم کریں گے چاہے لوگ اس کو پسند کریں یا نہیں، اور ہم شریعت کی بالادستی کو شہرت کے مقابلوں پر موقوف نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے

یہ راستہ، جو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یہ ہمیں اپنانا چاہیے

آخری مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا طریقہ آمیزش کرنے کا نہیں مسلمانوں کا یہ طریق نہیں کہ وہ غلط میں خلط ملط ہو جائیں اور اس نظام میں داخل ہو کر اس کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں، یہ تو یہود اور منافقین کا طریق ہے اور یہ مسلمانوں کا تو طریق نہیں، ہم دوست و دشمن سے کھرے اور ایماندار ہیں، ہم اپنے ارادے ظاہر کردیتے ہیں اور عوامی طور پر دعوت دیتے ہیں "تمہارے لئے تمہارا مذہب ہے اور میرے لئے میرا دین ہے" ہم ان نظاموں میں خلط ملط نہیں ہونا چاہتے چاہے وہ امریکہ میں ہو یا کسی مسلمان ملک میں، یہود ہر اس حکومت میں مل گئے جہاں وہ رہتے تھے چاہے وہ اندلس ہو یا عثمانی خلافت یا آج کی مغربی حکومتیں، ان کے مقاصد چھپے ہوئے ہوتے ہیں، ہمارے نہیں، یہود اور ان کے بھائی منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت میں مل جانا چاہا اور قرآن نے ان کو ظاہر کردیا۔

اور اہلِ کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار کر دیا کرو تاکہ وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں (۷۲)

تو وہ ایمان لاتے ہیں اور اسلامی برادری میں شامل ہوتے ہیں صرف اس لئے کے وہ اسے چھوڑ جا سکیں آخر میں اور اللہ ان منافقین کا بھی پردہ چاک کرتا ہے جو مسلمانوں کے بیچ بیٹھے ہیں تاکہ یہود کو وہ سب بتا سکیں جو وہ یہاں سنتے ہیں تو اس لئے وہ لوگ جو کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس نظام کے تحت اس لئے چل رہے ہیں کہ ہم اسے بدل سکیں، مسلمانوں کے طریق پر نہیں ہیں اور ان کا چلن اگر مسلمانوں والا ہے تو وہ اس طریقے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیوں کہ مسلمان ان طریقوں پر نہیں چل سکتا اگر وہ اس نظام میں گھل مل جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا کردار یہود اور منافقین کا ہو گیا ہے۔

ایک اور چیز یہ کہ جو لوگ اسلامی خاندانوں سے آئے اور ان جماعتوں کے ساتھ لمبے عرصے کام کرتے رہے وہ آخر میں سیاستداں بن گئے، اس لفظ کی تمام منفیات کے ساتھ، دھوکے باز، رنگ بدلتے مادہ پرست اور اپنے طریقوں میں شاطر- ان کی پرورش بیشک اسلامی جماعتوں کے تربیت پر گراموں میں ہوئی ہو مگر سیاسی میدان میں کچھ عرصے میں وہ ایسے بھیڑیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں جن کو بدلنے چلے تھے یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لوگوں کے ساتھ ہوتا ہوا جیسا کہ یمن میں ایک اسلامی تحریک کے رہنما نے کہا "ہم ان کو ایک بھیڑ کی حیثیت سے بھیڑیوں کی دنیا میں بھیجتے ہیں اور جب یہ واپس آتے ہیں تو صرف کھائے ہوئے ڈھانچے ہوتے ہیں"- اگر ہم مثال دیکھنا چاہیں کہ باطل نظام میں گھل مل کر کیا اثرات ہوتے ہیں تو ہمیں ترکی اور سوڈان سے وراء دیکھنے کی ضرورت نہیں، ان ممالک کی حکمران جماعتیں اسلامسٹ بن کر شروع ہوئی تھیں مگر آخر میں اپنے سڑے ہوئے تعفن زدہ اور باطل نظام میں دوسروں جیسے ہو گئیں-

حزب التحریر کا طریقہ پڑھتے ہوئے جن کو آپ نے اپنے سوال میں خاص طور پر بیان کیا ہے، میرا پہلا رابطہ حزب التحریر کے ارکان سے اردن میں نوے کی دہائی کے شروع میں ہوا اور میں نے ان کو بہت بحث کرنے والا مگر تمیز دار پایا، میری حزب کے بارے میں پہلی رائے ان ہی سے بنی کیوں کہ وہ حزب التحریر کے اہم ممبران تھے، حزب التحریر نے امت میں خلافت کے حوالے سے بیداری پیدا کرنے کے حوالے سے ایک بہت اہم کردار ادا کیا، انہوں نے اس باطل خیال سے نمٹنے میں بھی اعلیٰ کردار ادا کیا کہ سیاست اور

سیاسی بصیرت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں مگر حزب کا طریقہ خلافت کی بحالی کا پر اثر نہیں، نصرت کا انتظار کرنا کہ وہ آجائے اصل میں معجزے کا انتظار کرنا ہے قبائلی سردار اور فوجی جنرل جو کہ خلافت کی بحالی کے لئے نصرت کرنے کے ذمہ دار ہیں ان کو صرف مباحث سے ہی قائل نہیں کیا جا سکتا-وہ صرف تب ہی قائل ہوں گے جب وہ ایمان والوں کا ایک ایسا گروہ دیکھیں گے جو ویسے ہی زندگی گزارتے ہیں جیسی ان کی باتیں ہیں اور وہ اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، یہ ہے وہ چیز جو دوسروں کو قائل کرے گی کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائیں، کامیابی کی دو داستانیں جو طاقت ور لوگوں کی دین کو نصرت کی ہیں ان میں ایک تو عراقی بعث پارٹی کے سابق افسران جنہوں نے مجاہدین کے ساتھ شمولیت اختیار کی، اور چیچنیا کے سابق صدر کی ہیں جو کہ سویت فوج میں اونچے عہدے پر فائز جنرل تھے، یہ دونوں نصرت کی دو کامیاب مثالیں بحث سے نہیں جیتی گئیں نہ ہی مظاہروں سے اور نہ ہی پمفلٹ کی تقسیم سے بلکہ یہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مثال دیکھی ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں جہاد میں مصروف ہیں-

اب ہم آتے ہیں چوتھے طریق پر جو کہ خلافت کی بحالی کے لئے استعمال ہو رہا ہے جو ہے جہاد فی سبیل اللہ، جو اعتراض آپ نے ارسال کی وہ یہ کہ ہماری صورت حال سے مطابقت میں صرف وہی صورت حال ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور پھر اس کے بعد جہاد کیا-آپ یہاں ایک سنجیدہ فرق سے لاپرواہی کر رہے ہیں وہ یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تب کسی اسلامی زمین پر حملہ نہیں ہوا تھا کیا یہ ایک سنجیدہ اور بڑا فرق نہیں ہے؟ اس وقت مسلمانوں کی زمینیں قبضے کا شکار ہیں اور یہ مسلمان علماء کے فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ ان زمینوں کو آزاد کرانے کے لئے جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور جب کوئی چیز فرض عین ہو جائے تو وہ فرض عین ہوتی ہے، آپ اس کے علاوہ اور کچھ تصور نہیں کر سکتے، فتویٰ صاف ظاہر ہے اور اس کے نتائج بھی واضح ہیں، تو اگر آپ جہاد کے خلافت کی بحالی کے لئے ذریعہ ہونے پر متفق نہیں بھی ہیں تو آپ کو فرض عین ہونے کی صورت میں تو اس سے متفق ہونا ہی پڑے گا اور یہ وہ نہیں جو حزب التحریر سمجھتی ہے اور جب جہاد فرض عین ہو اور وہ جہاد مدافعانہ ہو تو اس میں شرکت کرنے والے پر لازم نہیں کہ وہ ماں باپ، امام، شوہر، قرض خواہ سے اجازت لے اور نہ ہی غلام کو آقا کی اجازت کی ضرورت ہے-

پھر ہم اس نکتے پر کیوں بحث کریں جب ہم اس کے شواہد دنیا میں دیکھتے ہیں دو انتہائی کامیاب مثالیں، بیشک یہ مثالیں ایسی نہیں کہ ان کو خامیوں سے پاک کہا جائے، اسلامی بالادستی طالبان کے ذریعے افغانستان میں اور صومالیہ میں شرعی عدالتیں-ان دونوں ممالک میں یہ مسلمان مجاہدین ہی امن، حفاظت اور قانون کی بالادستی لائے، دونوں قوتیں اپنی طاقت کی بلندی پر کسی الیکشن یا

مباحث سے نہیں بلکہ جہاد سے پہنچیں، وہ اس لئے نہیں ہارے کہ وہ ناکام ہو گئے وہ اس لئے ہارے کہ امت نے ان کو ناکام کر دیا، اصل میں تو ایک آدھ جنگ یہاں وہاں ضرور ہاری گئی مگر جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی اگر آپ ان کو جاگتی آنکھوں سے دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ مجاہدین نہیں بلکہ دشمن ہے جس کا خون رس رہا ہے اور وہ مر رہا ہے۔

کیوں کہ اکثر بے یقینی رہتی ہے کہ جہاد کا مطلب کیا ہے کیا وہ جہاد النفس ہے یا تلوار سے جہاد ہے میں خاص طور پر کسی ایک کا ذکر نہیں کرتا اور میں دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خارج نہیں کرتا، یہاں میرا مطلب جہاد سے قطعی یہ نہیں کہ بندوق اٹھا کر لڑائی ہی کی جائے، جہاد وسیع معنی رکھتا ہے، یہاں جہاد سے معنی اس امت کی تمام تر کوشش ہے جو اس کے دشمن کو ہرانے کے لئے کی جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کفر سے لڑو، نفس سے، مال سے، زبان سے

یہ ایسا ہی ہے جیسا کلازوٹز نے "مکمل جنگ" (ٹوٹل وار) کے تصور میں کہا مگر اسلامی قوانین جنگ کے مطابق، یہ ایک جنگ ہے میدان میں اور ایک جنگ ہے لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں۔

ماخذ:

www.anwar-alawlaki.com

امام انور العولقی

کی ویب سائٹ

ترجمہ و پیشکش

الرباط مرکز نشریات

www.ribatmedia.tk